اسلامی نظامِ معیشت

(از: جناب محمد افتخار الدین صاحب)
بی کام - یل یل یم (عثمانیہ) حیدرآباد

اسلامی نظام معیشت میں مشترک سرمایہ دار کمپنیوں اور شراکتوں کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شراکتی کاروبار عام طور پر بہت مقبول تھے یہاں تک کے زراعت میں بھی شراکت کا رواج تھا۔ رسول اکرمؐ نے شراکت ہی کے ذریعہ بے روزگار مہاجرین کو کاروبار سے لگایا تھا۔ چنانچہ انصار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپؐ ہمارے اور ہمارے بھائیوں (مہاجرین) کے درمیان باغ تقسیم فرما دیجیے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ انصار نے مہاجرین سے کہا تم محنت اپنے ذمہ لے لو اور ہم میوے میں شریک کریں گے۔ انھوں نے کہا۔ ہاں ہم نے اس کو مانا[1]۔

فقہی اصطلاح میں اگر شرکت زراعت کے متعلق ہو تو اُسے مزارعۃ اور درختوں یا گلاب وغیرہ کی کیاریوں سے متعلق ہو تو اُسے مساقات کہتے ہیں[2]۔

شرکت[3] کے کاروبار میں دو یا دو سے زیادہ اشخاص مل کر سرمایہ فراہم کرتے ہیں اور

---

[1] بخاری پ۲ کتاب الشروط [2] ہر ایک فقہ اور حدیث کی کتاب میں قراض اور شرکت کے مثل مزارعۃ اور مساقاۃ سے متعلق بھی علیحدہ ابواب پائے جاتے ہیں۔

[3] اسلامی قانون کی اصطلاح میں شرکت کو شرکتِ العقود (PARTNERSHIP OF CONTRACT) کہتے ہیں یعنی ایسی شرکت جو معاہدے کے ذریعہ عمل میں آئی ہو۔

نفع و نقصان میں شریک ہوتے ہیں۔ دنیا کے اور حصوں کی طرح شغل اصل کا یہ طریقہ اسلام سے پہلے عرب کے قدیم معاشی نظام میں بھی جاری تھا اور اسلام کے معاشی نظام میں بھی اس کو برقرار رکھا گیا۔ کسی بڑی تجارتی یا صنعتی مہم کو انجام دینا ایک فرد سے ممکن نہیں اس لیے چند افراد مشترکہ سرمایہ اور محنت کے ساتھ اس مہم کو پورا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ مثلاً دو برابر دولت والے کسی بڑے کاروبار کے لیے شریک ہوجائیں[1] شرکت کے ذریعے کاروبار اسلام میں جائز ہے کیونکہ جس وقت آنحضرتؐ مبعوث ہوئے تو لوگوں میں شرکت کا معاملہ جاری تھا پس آپؐ نے لوگوں کو اس پر برقرار رکھا[2] اور رسول اکرمؐ کے بعد سے لے کر آج تک لوگ شرکت کے ذریعے کاروبار کرتے آتے ہیں[3]۔

تمام علمائے اسلام ایسی شرکت کے جواز کے قائل ہیں جس میں ہر ایک شریک دوسرے شریک ہی کی طرح اس قسم کا مال یعنی درہم و دینار کاروبار میں لگا دیتا ہے اور انھیں اسی طرح خلط ملط کر دیتا ہے کہ وہ مل کر ایک ہی مال بن جاتے ہیں اور تمیز باقی نہیں رہتی کہ کس کا مال فروخت ہوا اور کس کے مال سے تجارت کا سامان خریدا گیا۔ اگر نفع ہوتا ہے تو سب کو نفع میں حصہ رسدی ملتا ہے اور نقصان ہو تو سب کا حصہ ہوتا ہے[4]۔

شرائط :۔ (ا) شرکت ایک معاہدہ ہے۔ اسی لیے اس کے لیے ایجاب و قبول لازمی ہے[5] (ب) معاہدہ شرکت درہم۔ دینار۔ اور رائج الوقت سکہ سے منعقد ہوتا ہے[6] لیکن امام ابوحنیفہؒ اور قاضی ابویوسفؒ کی یہ رائے ہے کہ صرف دینار (سونے کے سکے) اور درہم (چاندی کے سکے) سے ہی شرکت کا معاہدہ ہو سکتا ہے اور تانبے کا سکہ فلوس سے

---

[1] PRINCIPLES OF ECONOMICS مصنف MARSHAL صفحہ ۳۰۱
[2] ہدایہ ج ۲ کتاب الشرکۃ [3] مبسوط السرخسی ج ۱۱ کتاب الشرکۃ [4] بدایۃ المجتہد
[5] ہدایہ ج ۲ کتاب الشرکۃ [6] ہدایہ ج ۲ کتاب الشرکۃ۔

نہیں ہوتا کیونکہ ان کی قیمت ہر وقت بدلتی رہتی ہے اور ان کی نوعیت مثل دوسرے سامان کی ہو جاتی ہے[1]۔

اگر مال اشیاء کی شراکت کی شکل میں ہو تو شراکت کا کاروبار شروع کرنے سے پہلے اس کی قیمت کا تعین زر کی صورت میں ہونا ضروری ہے یا ایک شریک اپنا نصف مال دوسرے کے نصف مال سے تبادلہ کرے اور اس طرح سامان ہی کو سرمایہ قرار دیا جائے تو اس میں غدر باقی نہیں رہتا اور نہ مالیت کے متعلق جھگڑا ہو سکتا ہے۔

(ج) امام شافعیؒ نے شراکت کے لیے املاک اور شرط بڑھاتی ہے۔ چنانچہ امام شافعیؒ کہتے ہیں جب تک مال خلط ملط نہ ہو جائے اور شریک کے مال اور دوسرے شریک کے مال میں امتیاز نہ رہے شرکت صحیح نہیں ہوتی[2]۔ چنانچہ انھوں نے شرکت کے لیے سرمایہ کو ضروری قرار دیا ہے لیکن امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ شرکت کے کاروبار کے لیے سرمایہ ضروری نہیں ہے اور شراکت کے کاروبار بغیر سرمایہ کے صرف ساکھ اور وجاہت (اعتبار) سے ہوتے ہیں۔

شمس الائمہ سرخسی شراکت کے معاہدے کے لیے دستاویز کا لکھا جانا ضروری قرار دیتے ہیں شرکت ایسا معاہدہ ہے جو ایک مدت تک جاری رہتا ہے لہٰذا اسکے لیے دستاویز کا لکھا جانا ضروری ہے تاکہ اگر کبھی جھگڑا پیدا ہو جائے تو اس دستاویز کے ذریعہ سے فیصلہ کیا جا سکے۔ خدائے تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ :-

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ	مسلمانو! جب تم ایک مدت کے لیے قرض لو تو اس کو لکھ لیا کرو۔

(پ۳ سورۃ بقرہ ع ۳۹)

نیز دستاویز کا مقصد توثیق اور احتیاط ہے پس اس کے لیے لازمی ہے کہ دستاویز

---

[1] ہدایہ ج ۲ کتاب الشرکۃ [2] بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۲۱۱ کتاب الشرکۃ

لکھی جائے تاکہ ہر ایک کے لعن طعن سے بچے رہیں۔ انھوں نے اس خاص معاملے میں دستاویز کا فارم بھی بتادیا کہ فارم اس طرح لکھا جائے۔

هَذَا مَا اشْتَرَاكَ عَلَيْهِ فُلَانٌ فُلَانٌ — یہ وہ (دستاویز ہے) ہے جس میں فلاں فلاں نے اشتراک کیا ہے۔

بعض اصحاب الشروط نے اس پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ :-

هَذَا إِشَارَةٌ إِلَى الصَّكِّ — اس سے تو چک کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

پس احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کو یوں لکھا جائے کہ :-

هَذَا كِتَابٌ فِيهِ ذِكْرُ مَا اشْتَرَكَ فُلَانٌ وَفُلَانٌ — یہ وہ دستاویز ہے جس میں فلاں فلاں شخص نے جو اشتراک کیا ہے اس کا تذکرہ ہے۔

اور یوں جب کبھی رسول اکرمؐ نے کوئی غلام خریدا تو آپؐ نے اس کے لکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ یوں لکھا گیا کہ "یہ وہ دستاویز ہے جس میں محمد اللہ کے رسول نے عداء بن خالد بن ہوزہ یہودی سے جو غلام خریدا اس کا تذکرہ ہے اسی طرح رسول اکرمؐ نے حدیبیہ کے دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو صلح نامہ لکھنے کا حکم دیا کہ :-

هَذَا مَا اصْطَلَحَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَسُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو عَلَى أَهْلِ مَكَّةَ — یہ وہ صلح نامہ ہے جو محمدؐ بن عبداللہ اور سہیل بن عمر کے درمیان مکہ والوں کے لیے ہوا۔

اور یہ شرکت کا معاہدہ تو امانت کا معاہدہ ہے اور اس کا مقصد نفع کمانا ہوتا ہے۔

پھر اس دستاویز میں ہر ایک کے سرمایہ کی مقدار کا معلوم ہونا ضروری ہے تاکہ اس سے نفع کی مقدار معلوم ہو سکے اس لیے اس کا شرکت کی دستاویز میں لکھا جانا ضروری ہے کہ جھگڑے کے وقت اس کی طرف رجوع کیا جا سکے اس دستاویز میں یہ بھی لکھے کہ :-

وَذَلِكَ كُلُّهُ فِي أَيْدِيهِمَا — اور یہ (سرمایہ) ان کے ہاتھ میں (نقد) موجود ہے۔

اور اس طرح لکھنے سے اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ سرمایہ غائب نہیں ہے اور قرض

جبکہ وہ نقد ہے جو ان کے ہاتھ میں موجود ہے پھر اس شرکت کی دستاویز میں ہر ایک کو ان کی مقدار سرمایہ کے موافق جو نفع ملے گا اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے نیز یہ بھی لکھا جائے کہ فلاں مہینے اور فلاں سال میں اشتراک کیا اور تاریخ کا تعین ہو جانے سے جھگڑے ہونے نہیں پاتے۔ اور ان میں سے کوئی ایک اس بات کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس تاریخ سے پہلے اس نے مال خریدا اور اس میں اس کا حق ہے۔[1]

شرکت کے اقسام:- بلحاظ نوعیت اور سرمایہ فقہا اسلام نے شرکت کی چار قسمیں قرار دی ہیں:-

(۱) شرکت المفاوضہ (۲) شرکت العنان

(۳) شرکت الصنائع (۴) شرکت الوجوہ

ان سب کی وضاحت سے پہلے یہ معلوم کرنا بے محل ہوگا کہ اجتماعی کاروبار یا چند آدمیوں کے مل کر کاروبار کرنے کی حالت میں ظاہر ہے کہ یہی چند احتمالات ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے پاس کچھ سرمایہ ہے یا کسی کے پاس کچھ نہیں ہے یا بعضوں کے پاس ہے بعضوں کے پاس نہیں۔ پہلی صورت یعنی اگر ہر ایک شریک کاروبار میں سرمایہ اگر لگا سکتا ہے تو یہی دیکھنا چاہیے کہ سب افراد برابر لگا سکتے ہیں یا کسی شخص میں کم یا کسی شخص میں زیادہ سرمایہ لگانے کی صلاحیت ہے۔ عقلاً یہی صورتیں ممکن ہیں اور اسلامی معاشیات نے اجتماعی کاروبار میں اس سے استفادہ کی راہیں کھول دی ہیں۔ اگر شرکاء برابر سرمایہ لگا کر کاروبار کریں تو اس کا نام شرکت مفاوضہ ہے۔ اگر کاروبار میں کسی شریک کا کم اور کسی شریک کا زیادہ سرمایہ ہو تو وہ شرکت عنان ہے اس صورت میں نہ سب کے سرمایہ کا برابر ہونا ضروری ہے نہ نفع کا۔

اسی طرح اگر کسی شریک کے پاس سرمایہ نہیں ہے تو پھر یہ دیکھا جائے گا کہ کسی قسم کے ہنر و دستکاری یا صنعت وغیرہ سے واقف ہے یا نہیں اگر ہنرمند اور دستکاروں کا گروہ ہے جو مل کر کاروبار کو اس طرح چلانا چاہتے ہیں کہ لوگوں سے اپنے ہنر پیشے کے

---

[1] مبسوط سرخسی ج ۱۱ ص ۱۵۱ کتاب الشرکۃ

کے سلسلہ میں کام لیا کریں اور جو نفع ہو وہ باہم تقسیم کرلیں۔ مثلاً دھوبیوں کا اگر کوئی گروہ چاہے تو واشنگ کمپنی بناکر دھونے کے لیے لوگوں سے کپڑے لے سکتا ہے اور کمپنی کا جو نفع ہوگا وہ باہم تقسیم ہوتا رہے گا اسی کا اصطلاحی نام شرکت تقبل و شرکت صنائع ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تو اس میں اتنی وسعت ہے کہ دو مختلف پیشے یا ہنر والے جیسے درزی اور رنگریز چاہیں تو مل کر شرکت کا معاملہ کرسکتے ہیں یعنی جسے جو کام آتا ہے وہ انجام دے گا اور کمپنی کو جو نفع ہوگا بانٹا جائے گا۔ اگر شرکت قایم کرنے والوں کے پاس نہ سرمایہ ہی ہو اور نہ وہ کسی قسم کے ہنر سے واقف ہوں تو اپنی ساکھ یعنی وجاہت اور امانت کا اعتماد دلاکر لوگوں سے چیزیں لے کر اجتماعی طور پر کاروبار کرسکتے ہیں اور کاروبار کے اس طریقے سے جو نفع ہو بانٹ سکتے ہیں اور اسی کا نام شرکت الوجوہ ہے۔

شرکت شراکت کے بیان میں یہ بات باعث دلچسپی ہوگی کہ امام مالکؒ اور ان کے شاگرد نے مُدوّنہ نامی فقہ کی مستند کتاب میں شراکتی کاروبار کی بہت سی مثالیں بیان کی ہیں ان میں سے چند اہم شراکتوں کا تذکرہ یہاں بے جا نہ ہوگا۔

طبی شراکت دو یا دو سے زائد ڈاکٹر مل کر مشترکہ طور پر علاج معالجے کے لیے دواخانہ (ہسپتال) قایم کرسکتے ہیں نیز مشترکہ سرمایہ سے اودیات خرید کر ہسپتال چلاسکتے ہیں اور اخراجات کی مہائی کے بعد جو خالص آمدنی ہو اس کو آپس میں حسب تصفیہ تقسیم کرسکتے ہیں[1]۔

تعلیمی شراکت طبی شراکت کی طرح دو یا دو سے زیادہ اساتذہ مل کر بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے مشترکہ تعلیمی ادارے کھول کر آمدنی کماسکتے ہیں[2]۔

زرعی شراکت یا مشترکہ کاشت اوپر مزارعت کا تذکرہ ہوچکا ہے۔ مزارعت میں ایک شخص زمین مہیا کرتا ہے اور دوسرا محنت کرتا ہے اور کھیت کی پیداوار میں دونوں شریک رہتے ہیں لیکن آج کل روسی طریقے کی اجتماعی کاشت اور ڈنمارک وغیرہ میں مروجہ اتحادی کاشت کا بہت

[1] و [2] المدونۃ الکبریٰ لامام مالک بن انسؒ ج ۴ صفحہ ۲۶ شرکۃ الاطباء والمعلمین مطبع خیریہ مصر

چرچا ہے۔ امداد باہمی کے اصول پر زرعی شراکت قایم کی جاکر سائنٹفک طریقے پر زراعت کو ترقی دی جاسکتی ہے۔ قبل ازیں بتایا جاچکا کہ عہدِ رسالتؐ اور عہدِ خلافتِ راشدہ میں شراکتی کاروبار کافی مقبول تھے۔ حتیٰ کہ زراعت میں بھی ان کا رواج تھا۔ امام مالکؒ بیان کرتے ہیں کہ مشترکہ سرمایہ سے مویشی، آلاتِ زراعت اور بیج وغیرہ خرید کر مشترکہ عمل سے زراعت کریں تو جائز ہے[1]

شراکت حمل ونقل (TRANSPORT COMPANY) دو یا دو سے زیادہ اشخاص مل کر حمل ونقل اور باربرداری کے کام کے لیے تجارتی اصول پر حمل ونقل کی شراکت (ٹرانسپورٹ کمپنی) قایم کرسکتے ہیں[2]۔ کتاب مدوّنہ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگ مشترکہ سرمایہ سے برّی، بحری اور ہوائی کمپنیاں بناکر حمل ونقل کے لیے شراکت قایم کرسکتے ہیں۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ تمام شرکاء کا ایک ہی شہر کے باشندے ہونا لازمی نہیں ہے کتاب مدوّنہ میں بتایا گیا ہے کہ مختلف شہروں کے باشندے مل کر کثیر سرمایہ سے شرکتی کاروبار کرسکتے ہیں[3]

انفساخ شرکت ذیل کی صورتوں میں ہر قسم کی شراکت کے کاروبار منسوخ قرار پائیں گے۔

(۱) جب کہ کوئی شریک معاہدے کو فسخ کرنے کا اختیار کام میں لاتا ہے۔ واضح ہو کہ ہر ایک شریک کو معاہدۂ شرکت فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے لیکن جب ایک شریک معاہدہ فسخ کرے تو اس وقت تک انفساخ جاری نہ ہوگا جب تک کہ دوسرے شریک کو اس کی اطلاع نہ ہوجائے[4]

(۲) جبکہ کوئی شریک مرجائے چونکہ شرکت کے معاہدے میں ہر شریک دوسرے کی جانب سے نمایندگی (وکالت) کرتا ہے اس لیے موت نمایندگی کو باطل کردیتی ہے۔

فاذا بطلت الوکالۃ بطلت الشرکۃ[5] — جب نمایندگی (وکالت) کالعدم ہوجاتی تو شرکت بھی کالعدم قرار پاتی ہے۔

البتہ اگر ورثاء چاہیں تو شریک کے معاہدے کی ازسرِنو تجدید کرسکتے ہیں۔

---

[1] المدونۃ الکبریٰ ج ۳ صفحہ ۲۹ الشرکۃ فی الزرع۔ [2] المدونۃ الکبریٰ ج ۴ صفحہ ۲۷ الشرکۃ الحمالین [3] المدونۃ الکبریٰ ۵۵ صفحہ ۳۰ فی الشریکین فی البلدین [4] کشف [5] ہدایہ ج ۲ کتاب الشرکۃ۔

مشترکہ سرمایہ دار کمپنی شغل اصل کا ایک اور طریقہ مشترکہ سرمایہ دار کمپنیوں کے حصوں کی خریداری ہے۔ نئے زمانہ کے اکثر حوصلہ مندانہ کاروبار اتنی زیادہ مقدار میں اصل چاہتے ہیں کہ کوئی ایک شخص اس کی بہم رسانی تنہا نہیں کر سکتا نیز ہر حوصلہ طلب کاروبار میں کچھ نہ کچھ خطرہ مول لینا پڑتا ہے۔ خاص کر اس کی ابتدائی مرحلوں میں نیز کارخانے کے مکمل ہو کر چلنے کے لیے کم از کم سال ڈیڑھ لگتا ہے اور بعض بڑے کاروبار کی تیاری کے لیے کئی سال کا عرصہ درکار ہوتا ہے۔ اس لیے کوئی ایک فرد یا چند اشخاص اس طرح کا بڑا کاروبار انجام نہیں دے سکتے اور نہ اس طرح سرمایہ لگانا پسند کرتے ہیں اسی بناء پر مشترکہ سرمایہ کے کاروبار کا طریقہ اختیار کیا گیا۔

یہ کہنا درست نہیں ہے کہ مشترکہ سرمایہ دار کمپنیاں عہد جدید کی پیداوار ہیں بلکہ قدیم سے اس کا رواج رہا ہے۔ جاہلی عرب میں بھی یہی طریقہ رائج تھا چنانچہ عرب کے قدیم معاشی نظام کا مطالعہ کریں تو پتہ چلے گا کہ قریش کے تجارتی کارواں مشترکہ سرمایہ سے چلتے تھے۔ خاص کر بعد کے کارواں میں مختلف اشخاص کا سرمایہ لگا ہوا تھا البتہ عصر حاضر میں ان سے بیش از بیش فائدہ اٹھایا گیا اور متعلقہ قوانین میں وسعت اور لچک پیدا کی گئی۔

الغرض مشترکہ سرمایہ دار کمپنیوں میں سرمایہ دار اپنے سرمایہ کی وجہ سے اور منتظم کاروبار اپنی تنظیمی محنت کی بناء پر نفع پانے کا مستحق ہوتا ہے اور مزدور اپنی محنت کی وجہ سے اجرت کا مستحق ہوتا ہے۔ مشترکہ سرمایہ دار کمپنی ایک حیثیت سے شرکت العنان سے مشابہ ہے۔

ڈبنچرس (DEBENTURES) مغربی دنیا میں شغل اصل کا ایک اور طریقہ رائج ہے جو ڈبنچرس کی خریداری ہے۔ ایک کمپنی ڈبنچرس اجرا کر کے مقررہ شرح سود پر عام لوگوں سے قرض حاصل کرتی ہے اور عام طور پر کمپنی کے اثاثے کی کفالت پر اس کا تحفظ کیا جاتا ہے۔ حاملین ڈبنچرس کو یہ اختیار ہے کہ اگر ان کا سود کمپنی ادا نہ کرے تو اثاثے کو ضبط کر لیں۔ حاملین ڈبنچرس کی حیثیت منتظمین کاروبار کی نہیں ہوتی بلکہ ان کی حیثیت قرض خواہوں کی ہوتی ہے کیونکہ وہ صرف سود کے مستحق قرار

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (ENCYCLOPEDIA OF ISLAM) ...

پاتے ہیں چاہے نفع ہو کہ نہ ہو[1] چونکہ اسلام نے سود کو ممنوع قرار دیا ہے اس لیے ڈبنچرس بالکل اسلامی اسپرٹ کے خلاف ہیں اس لیے وہ ناجائز ہیں۔ اس زمانے میں لوگ بنک سے قرض لے کر صنعتی اور تجارتی کاروبار کرتے ہیں اور بنک کو مقررہ سود ادا کرتے ہیں جو خلاف اصول اسلام ہے۔ خلافت راشدہ کے درخشاں عہد میں بنک کا بہتر بدل خود سرکاری خزانہ یا بیت المال تھا۔ مسلمان بیت المال سے قرض لیکر بڑے پیمانے پر تجارتی کاروبار کرتے تھے۔ اور منافع کا کچھ حصہ بیت المال میں داخل کرتے تھے۔

مختصر یہ کہ اسلامی معاشیات نے ہر قسم کے نفع آور کاروبار کو جائز قرار دیا ہے بلکہ اس کا سارا رجحان کاروبار کرنے پر زور دینا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ ہر قسم کے سودی کاروبار کو ناجائز قرار دیا ہے۔ بہرحال اجتماعی طور پر کاروبار اور سرمایہ و محنت سے مل جل کر بڑے سے بڑے پیمانہ پر نفع اٹھانے کی جتنی صورتیں ہو سکتی ہیں ان میں سے کسی صورت کو بھی اسلامی معاشیات نے نظرانداز نہیں کیا ہے اور یہ تو گزر ہی چکا ہے کہ مساقاۃ یا مزارعۃ شرکت ہو یا حکومتی کاروبار سب میں اجتماعی کاروبار کے دروازے اسلام کے نظام معیشت میں کھلے ہوئے ہیں۔

گذارش

(۱) ادارہ کی فیس ممبری یا بُرہان کا سالانہ چندہ ارسال فرماتے وقت منی آرڈر کوپن پر مکمل پتہ اور خریداری نمبر ضرور تحریر فرمائیے جو رسالہ کے پتہ کی چٹ پر طبع ہوتا ہے۔

(۲) جن حضرات کی خدمت میں بُرہان پہنچتا ہے وہ جب کبھی خط تحریر فرمائیں تو اپنے شہر کا پن کوڈ پتہ میں ضرور تحریر فرمایا کریں۔

نیاز مند

منیجر

[1] تہام اکنامکس (ECONOMICS BY BENHAM) باب صفحہ ۱۴